© rasailojaraid.com

67934

مرزا مظہر جانجاناںؒ کے خطوط

جناب خلیق انجم صاحب اُستاذ شعبۂ اردو، کروڑی مل کالج - دہلی

(۴)

مکتوب دوم

مخدوما! اس دفعہ تم نے دو شبہ لکھے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ بلند کمالات و مقامات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن اُس کے آثار اولیائے متقدمین کی طرح ان میں ظاہر نہیں ہوتے۔ دوسرے یہ کہ اپنے مریدوں کو بڑی بڑی بشارتیں دیتے ہیں، لیکن مریدوں کے حالات ان بشارتوں کے مطابق نہیں ہوتے نیز یہ کہ ان درویشوں کو اکابر سابقین کے برابر بلکہ اُن سے زیادہ (سمجھنا) لازم ہے اور یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے۔ جواب شبہ اوّل:۔ جاننا چاہیئے کہ پچھلے بزرگوں نے فنا کے یقین کے باوجود کمالاتِ عُلیا کا دعویٰ کیا ہے اس سلسلہ میں ان لوگوں کی کتابیں ایسے مطالب سے بھری ہوئی ہیں۔ مختصر یہ کہ اس گروہ کی ایک جماعت کو ان امور کے اظہار پر مامور کیا گیا تھا اور ایک فرقہ شکر کے غلبہ کی وجہ سے اس کے اظہار سے معذور تھا۔ لہذا ان کے معاملہ میں دونوں احتمالوں میں سے کوئی ایک سمجھ لینا چاہیئے اور سوائے نبوّت کے کوئی کمال قطعی طور پر ختم نہیں ہوا۔ اور خداوند تعالےٰ سے بخل و دریغ ممکن نہیں چنانچہ ان بزرگوں کے حق میں حُسنِ ظن کیوں نہ رکھا جائے، بہرحال ان کا شمار نیک مسلمانوں میں ہے۔ اگر آثارِ کمال کے ظہور سے مراد استقامت ہے جسے فوقِ کرامت کہا گیا ہے تو اس سلسلہ کے لوگوں سے یہ استقامت پُوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس سلسلہ کے کمزور و ضعیف (عقائد و کردار کے اعتبار سے) پر حکم نہیں لگایا جاسکتا اور اگر آثارِ کمال سے مراد خرق عادات و مکاشفات مقصود ہیں جن پر عوام نظر رکھتے ہیں تو یہ باتیں تمام صوفیا کے نزدیک ولایت کے لئے لازمی شرط نہیں ہیں۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ صحابۂ کرام سے جو اُمّتِ مرحومہ کے تمام افراد سے افضل ہیں ایسی باتیں بہت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کم ظاہر ہوئیں۔ اور چونکہ اس طریقہ کی ریاضتیں اور مجاہدے صحابۂ کرام اور اُن کے تابعین کے مطابق اور کتاب و سنّت کے اتباع میں ہیں۔ اس لئے اس طریقہ کے میلانات اور نظریات بھی اسی جماعت کے مطابق واقع ہوئے ہیں۔ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (پس تم شک کرنے والوں میں نہ ہو) جواب شبہ دوم:۔ اہلِ کمال کے آثارِ باطنی کا معلوم کرنا آسان نہیں ہے خاص طور پر اس طریقہ کی نسبت بے کیف کو سمجھنا ہر عمرو زید کے بس کی بات نہیں۔ لیکن جو لوگ صحیح فراست رکھتے ہیں اُن سے اصل بات مخفی نہیں ہے اور نہ رہتی ہے۔ جہاں تک آثارِ ظاہری کا تعلق ہے یعنی زیادہ عبادت و ریاضت، ذوق و شوق کی زیادتی، تجرّد اور ترکِ دنیا اس میں اہلِ اخلاص اور اہلِ ریا سب برابر کے شریک ہیں (یعنی ان میں کوئی تفریق کرنا بہت مشکل ہے) اور اجتنابِ گناہ ہونے سے تو معصومین کے سوا کوئی محفوظ نہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ نبوّت کا زمانہ دُور ہونے اور قیامت قریب آنے کی وجہ سے تمام ظاہری و باطنی کاموں میں ضعفِ تمام آگیا ہے، لیکن یہ بشارتیں بے حقیقت نہیں۔ ان بشارتوں سے مشائخ کا مقصد یہ بتانا ہوتا ہے کہ مرید نے اس مقام سے (جس کی مرید کو بشارت دے رہا ہے) بہرہ حاصل کر لیا ہے۔ لیکن اولیائے مشہورہ کی مانند اُس مقام میں قوت اور بلندی حاصل نہیں کی جس سے مساوات لازم آئے۔ اور اگر خوش استعداد آدمی ایک عمر تک اس کام میں جدّ و جہد کرے اور ان بزرگوں کا شریکِ دولت بن جائے تو ناممکن نہیں ہے۔ ؎

فیضِ روح القدس از باز مدد فرماید	دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا میکرد

اور جاننا چاہیئے کہ ان حضرات کی نسبت انعکاسی ہے جیسے آئینہ میں سورج کی روشنی۔ بڑا زمانہ چاہیئے کہ باطن کے انوار بھی آئینہ میں اپنا عکس دینے کے قابل بن سکیں اور یہ انعکاس یقین میں بدل جائے اور مرید کمال و تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ جائے۔ اور کبھی کبھی مقام کا عکس مرید کے آئینۂ باطن میں ایسے بھی پڑتا ہے کہ ابھی اسے اس مقام کا علم نہیں ہوتا۔ لیکن پیر اپنے کشف سے اور اپنی نظرِ تحقیق سے دریافت کر کے مرید کو اس مقام کی بشارت دے دیتا ہے۔ اور پیر سے مفارقت کے بعد وہ نسبت جو بشرطِ محاذات ظاہر ہوتی تھی پسِ پردہ چلی جاتی ہے۔ لہٰذا اگر اس کے آثار ظاہر نہ ہوں تو بجا ہے۔ اور یہ غلطیاں اس زمانہ میں بہت رواج پا گئی ہیں کہ پیروں میں نسبتِ کشفی کمیاب ہے اور مرید اپنی ضعفِ ہمت کے باعث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجازتِ ارشاد اور بشارتِ مقام کے مضطرب رہتے ہیں۔

مکتوب سی و یکم [۵۱]

مسجد کے مکمل ہونے کی خبر ملی۔ حق تعالیٰ اسلام کی بنیاد اور زیادہ مضبوط کرے۔ اس زمانہ میں دل کو ایک سخت صدمہ پہونچا ہے۔ پچھلے ماہ کفار سکھ تھانیسر کے قلعہ پر قابض ہو گئے اور انھوں نے خوب قتل و غارت کیا [۵۲]۔ مولوی قلندر بخش جیو سلمہ ربہ مع بیوی اور بچے کے لٹ لٹا کر اور صرف جانیں بچا کر نکل آئے

---

۵۱ اس خط پر کوئی تاریخ تحریر نہیں۔ لیکن خط کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ فروری ۱۷۶۴ء میں لکھا گیا تھا۔ کیونکہ تھانیسر کے قلعہ پر سکھوں کا قبضہ دسمبر کے آخر اور جنوری کے شروع میں ہوا تھا۔

۵۲ ۱۷۶۰ء میں جب احمد شاہ دوآبہ اور دہلی کے علاقہ میں جدوجہد کر رہا تھا۔ اُس نے پنجاب کا انتظام مختلف سرداروں کے حوالے کر دیا تھا، بلند خاں کو لاہور کی صوبہ داری، عبدالصمد خاں کو سرہند کی اور رستم خاں کو سیالکوٹ کی فوج داری ملی لیکن پانی پت کی لڑائی کے دوران میں (اکتوبر ۱۷۶۰ء - جنوری ۱۷۶۱ء) کہ ابدالی کی تمام فوجی طاقت دوآبہ میں لگی ہوئی تھی۔ موقع کو غنیمت جان کر سکھوں نے ہر طرف گڑبڑ مچانی شروع کر دی۔ عبدالصمد مرہٹوں کے ہاتھوں اکتوبر ۱۷۶۱ء میں قتل ہو گیا چالیس ہزار کی جمعیت لیکر سکھوں نے سیالکوٹ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن وہاں ابدالی کی مضبوط اور طاقتور فوج کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے۔ تین دن کے اندر قاسم خاں فوج لیکر وہاں پہونچ گیا اور سکھوں کو وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ اس زمانہ میں مرہٹہ سردار بھاؤ نے دہلی پر قبضہ کر لیا جس کی خبر سے سکھوں کی ہمت افزائی ہوئی اور انھوں نے لاہور پر حملہ کر دیا۔ لاہور کے صوبہ دار بلند خاں نے شہر کا دروازہ بند کر کے پناہ لے لی اور سکھ فوج شہر کے گرد و نواح میں تباہی و بربادی کرتی رہی۔ آخر بلند خاں نے تیس ہزار روپیہ دیکر سکھوں سے نجات پائی۔ مرہٹوں سے فرصت پاتے ہی ابدالی پنجاب آیا اور یہاں کے انتظامات مکمل کر کے افغانستان واپس چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی سکھوں نے پھر سر اٹھایا اور پورے پنجاب میں قتل و غارت گری شروع کر دی۔ یہ خبر سنکر ابدالی کو پھر واپس آنا پڑا۔ اس دفعہ ابدالی سکھوں کی طاقت بالکل ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اُس نے سکھوں کا بُری طرح سے تعاقب کیا اور ۵ر فروری ۱۷۶۲ء کو بھاگتی ہوئی سکھ فوج کا تعاقب کر کے تقریباً دس ہزار سکھوں کو قتل کر دیا۔ سکھوں کی اس عظیم طاقت کو بالکل کچل کر ابدالی واپس چلا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابھی اس جانباز اور بہادر قوم کے کچھ سردار باقی تھے۔ ابدالی کے جاتے ہی انھوں نے پھر کھوئی ہوئی طاقت اور دولت حاصل کرنے کی کوشش کی اور کچھ ہی دن میں پھر قتل و غارت گری شروع کر دی۔ اس دفعہ ابدالی ہندوستان نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ خود اس ملک میں خراسان کے علاقے میں بغاوت ہو رہی تھی۔ جسے کچلنے کے لئے اس کا وہاں جانا ضروری تھا۔ سکھوں نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا۔ تھوڑے ہی دنوں میں چالیس ہزار کی فوج کے ساتھ سکھوں نے سرہند پر حملہ کیا۔ اور معمولی جدوجہد کے بعد دسمبر ۱۷۶۳ء میں شہر پر قابض ہو گئے۔ (مغل حکومت کا زوال جلد سوم ص / ۴۸۱ - ۴۹۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عجیب حالت ہوگئی - اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن - بالکل ہی بے سروسامانی کی وجہ سے اُس (تھانہ بھون) کے نواح میں مقیم ہیں - اور ہم تک نہیں پہنچے - اس مصیبت کے ساتھ یہ اور شرم کی بات ہو کر اپنی بے استطاعتی کی وجہ سے ہم نے ان کی کوئی مدد نہیں کی، خدا اس کی تلافی کرے، اس سال بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس طرف کا سفر موقوف کر دیا ہے[1] - ایک تو امراض و عوارض کے ساتھ بڑھاپے کی کمزوری، دوسرے آمدنی کم ہونا اور تیسرے گھر کی تنہائی (یعنی بیوی تنہا رہ جائیں گی) کیونکہ کوئی کنیز اور خدمت گذار نہیں رہی - وحشی کنیزیں گھر سے چلی گئیں، اور صیلیں بھی غلّہ کی ارزانی کی وجہ سے نوکری کی پرواہ نہیں کرتیں اور ہماری بیوی کی نازک مزاجی[2] کی تاب نہیں لاتیں - اس لئے آجکل میں اور بیوی دونوں مل کر گھر کا کام کاج کر رہے ہیں اور کھانا مولوی غلام یحییٰ کے گھر سے پکا پکایا آجاتا ہے - جنس یہاں سے چلی جاتی ہے - اور یہی حال شاہ علی کا ہے - دو بیویوں اور تین لڑکوں کے باوجود ایک بھی نوکر گھر میں نہیں ہے اور ان کی کمزوری اس پر مستزاد۔

آپ نے برخوردار ظفر علی[3] (اللہ اس کو مرادوں کو پہونچائے) کی قابلیت اور انسانیت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے بالکل ٹھیک ہے - ابھی تک لوگوں نے اس کی قدر نہیں پہچانی ہے - وہ ایسا انمول ہیرا ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ہوسکتی - فقیر بے وجہ اس کا عاشق نہیں ہے، اس کی خوبیوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ اسے کمالاتِ اُخروی اور فتوحاتِ دنیوی میں نمایاں ترقی ہوگی - ضعفِ بصر سے تحریر میں رونق نہیں رہی اور لکھنے کی بھی طاقت باقی نہیں - اس خط کے بعد میرے احباب مجھے جواب دینے سے قاصر سمجھیں - اعتذار کا یہ مضمون تمام دوستوں تک پہونچا دیں - کہ مجھ کو قاصر جانیں -

---

[1] چونکہ روہیل کھنڈ میں مرزا صاحب کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی - اس لئے ان کی تعلیم و تربیت کے لئے آخری عمر میں وہ ہر سال وہاں جاتے تھے - انھوں نے ایک خط میں بھی اس کا ذکر کیا ہے - لکھتے ہیں:-

"انشاء اللہ تعالیٰ ماہِ صفر میں سنبھل آنے کا ارادہ ہے کہ کچھ برسوں سے ہر سال وہاں آنے کا اتفاق ہوتا ہے" مکتوب بست و ہفتم

[2] مرزا صاحب اپنی بیوی کی بدمزاجی سے بہت پریشان تھے - آخر عمر میں انہیں سودا ہوگیا تھا جس نے مرزا صاحب کو اور بھی پریشان کر دیا تھا - مگر اس بدمزاجی اور تند خوئی کے باوجود مرزا صاحب اُن کا ہر طرح خیال رکھتے تھے -

[3] ظفر علی کے لئے ملاحظہ ہو بُرہان نومبر ۱۹۶۰ء ص / ۳۰۹ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رمضان المبارک بخوبی گذر گیا۔ اور "یاران" طریقہ اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے ہیں۔ خدا تمہارا حافظ و ناصر۔ اگر شریعت و طریقت کے راستے پر

مکتوب چہلم

جذبِ ہمت اور احباب کی کشش کی وجہ سے فقیر سنبھل پہونچا ہے[۱]۔ امروہہ و مرادآباد بھی دیکھا تاکہ مستقل قیام کے لئے جگہ کا انتخاب کیا جائے۔ اور متعلقان کو بلانے کا خیال کیا کہ دہلی میں روز روز کی پریشانیوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ شاہجہاںپور دور ہے۔ اس لئے یہاں آ گیا ہوں۔ سنبھل، مرادآباد اور امروہہ تینوں شہروں کے لوگوں نے سماجت کی کہ میں ان کے شہر میں ٹھہروں، لیکن نواب ارشاد خاں کے حقوق اور کشش نے نہ چھوڑا کہ دوسری جگہ کا ارادہ کرتا۔ اس شہر میں طالبانِ طریقہ بھی بہت زیادہ ہیں۔ اقامت کا ارادہ کر لیا تھا، متعلقان کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا، انھوں نے معقول عذر لکھ دیئے۔ مجبوراً دہلی جانا پڑا۔

مے باقی ماہتاب باقی
مارا بہ تو صد حساب باقی

مصیبت دُور ہونے کا وقت قریب ہے۔ دعائے حزب البحراُن کے پاس ہوگی، اجازت ہے کہ مشکلات سے نجات پانے کے لئے اسے پڑھیں اور اُس کے پڑھنے کا طریقہ میر سلمان صاحب سے سند کریں۔ اور اگر وہاں دعا نہ ہو تو لکھ دیں۔ تاکہ اسے لکھ کر بھیج دوں۔ اور پڑھنے کا طریقہ بھی بتادوں۔ محمد قلی سلیم کا ایک شعر یاد آیا جو مناسبِ حال ہے۔

مضمونِ وصال میسر نہ شد دریغ
شطرنجِ عشق بازیٔ ما غائبانہ ماند

(باقی آئندہ)

---

[۱] یہ خط غالباً ۱۱۸۳ھ میں لکھا گیا ہے کیونکہ صاحب بوستانِ خیال سے مرزا صاحب کے مستقل قیام کے بارے میں لکھا ہے۔ چونکہ یہ تذکرہ ۱۱۸۳ھ میں تالیف ہوا تھا۔ اس لئے شاید یہ اسی سال کا واقعہ ہے۔ مؤلف نے لکھا ہے۔ " ازیں جا کہ حالتِ آں بلدۂ طیبہ روز بروز انحطاط است در سنبھل مرادآباد بنا بر خلوص و ربط ارشاد خاں بن امین الدولہ انصاری سنبھلی رختِ اقامت افگند و گوشہ گیر شد" بستان بے خزاں (قلمی)، رامپور۔

© rasailojaraid.com